ابن الانور مولانا انظر شاہ مسعودی مدظلہ

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ

اور

محسنِ احرار علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ

برصغیر کی تاریخ میں علامہ محمد انور شاہ کشمیری قدس سرہ کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ وہ بیک وقت محدث بھی تھے اور فقیہہ بھی۔ اپنے علم، تقویٰ اور اخلاص کے اعتبار سے وہ اپنے ہم عصر علماء میں منفرد و ممتاز نظر آتے ہیں۔ ان کے ہاں بے پناہ وسعت نظر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی شخصیت غیر متنازعہ بھی ہے۔ علماء تو ان کے مقام و مرتبہ کے معترف تھے ہی مگر جدید تعلیم یافتہ طبقہ بھی ان سے بے حد متاثر ہوا۔ جن میں سرفہرست علامہ محمد اقبال مرحوم ہیں جو نہ صرف آپ کی شخصیت سے متاثر ہوئے بلکہ فدائی و شیدائی تھے۔ اقبال مرحوم کے فکر و نظر اور عقائد و اعمال میں انقلاب علامہ محمد انور شاہ کشمیری کی کوششوں کا ہی نتیجہ ہے۔ خصوصاً قادیانیت کے مسئلہ میں اقبال مرحوم کی اصلاح انہی کی محنت کے نتیجہ میں ہوئی۔ علامہ انور شاہ کشمیری نابغۂ عصر تھے۔ وہ کیا کرنا چاہتے تھے؟ کن لوگوں کے ذریعہ سے چاہتے تھے؟ اور اس سلسلہ میں انہوں نے کس طرح جدوجہد کی؟ ذیل میں ان کے فرزند ارجمند علامہ انظر شاہ مسعودی مدظلہ کی تحریروں کے اقتباسات درج کئے جاتے ہیں جو دراصل آپ کی تصنیف "نقش دوام" (سوانح علامہ انور شاہ کشمیری) اور پندرہ روزہ "الاحرار" لاہور میں شائع ہونے والے آپ کے ایک انٹرویو سے مرتب کئے گئے۔ (کفیل)

"والد مرحوم کی آرزو تھی کہ پنجاب میں ایک منظم عوامی تنظیم کا قیام عمل میں آئے جو قادیانیت کے محاذ پر سرفروشانہ کام کرے اور استخلاص وطن کے لئے بھی جدوجہد کرے۔ مجلس احرار اسلام انہی کے ایماء اور اشارہ پر قائم ہوئی اور انہوں نے اپنے مخلص اور فداکار شاگردوں اور عقیدت مندوں کو اس جماعت میں شامل ہونے اور تعاون کرنے کی ہدایت فرمائی تھی۔

کانگریس نے اپنی ورکنگ کمیٹی میں نمائندگی دینے کے سلسلے میں پنجاب کو بالکل نظر انداز کر دیا تو یہ مسئلہ بھی احرار کے قیام کا پس منظر بن گیا۔ انہوں نے سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی کے متعلق یہ سمجھا کہ اگر انہیں قادیانیت کے خلاف تحفظ ختم نبوت کے محاذ پر کھڑا کر دیا گیا تو یقینی طور پر اسلام کے بہترین سپاہی اور عظیم مجاہد ثابت ہوں گے۔ انہوں نے فتنۂ قادیانیت کے استیصال اور سرکوبی کے لئے یہ مشن ان حضرات کے سپرد کر دیا۔ احرار نے جو سب سے بڑی اسلام کی خدمت کی ہے وہ عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کا معاملہ ہے۔ اور یہ اتنی عظیم خدمت ہے کہ اگر احرار کے دامن میں اور کچھ بھی نہ ہو تو صرف اس محاذ پر انہوں نے جس سراپا اخلاص انداز سے جنگ لڑی وہ دوسری جماعتوں کی بہت سی خدمات پر بھاری ہے۔ خصوصاً پنجاب میں انگریز کو بہترین سپاہی اور دائمی وفادار ملتے تھے یہاں اس کے خلاف بغاوت

اور انگریز دشمنی کا جذبہ صرف احرار نے پیدا کیا۔

مجھے کئی مرتبہ شاہ جی سے ملاقات کا موقع ملا۔ وہ دیوبند تشریف لائے۔ تو مجھے وہاں بھی زیارت و ملاقات کا موقع میسر آیا پھر جب میں دہلی میں تھا تو وہاں احرار کانفرنس میں ان کا خطاب سننے اور تین دن تک ان کے ساتھ قیام کا شرف بھی حاصل ہوا۔ مسلم لیگ کا ہندوستان میں دور شباب تھا اور قوم پرور مسلمانوں کو اپنی بات کہنے اور سنانے کا موقع نہیں ملتا تھا۔ جمعیت علماء ہند اپنی تمام تر جدوجہد کے باوجود دہلی میں کوئی کامیاب جلسہ کرنے میں ناکام ہو گئی تو پھر شاہ جی کو بلایا گیا۔ یہ دہلی کے لئے ان کا آخری سفر تھا۔ اس وقت جو انہوں نے معرکہ کا خطاب کیا مجھے آج بھی یاد ہے۔

اس تقریر میں جواہر لال نہرو پٹیل اور کانگریس کی کئی اہم ترین شخصیات بھی موجود تھیں۔ شاہ جی نے اپنی جادو بیانی ہی سے دہلی والوں کو کنٹرول کیا اور جمعیت علماء ہند کو بڑے زمانہ کے بعد اس کا موقع ملا کہ شاہ جی کی خطابت کے نام پر دہلی والوں کو جمع کریں اور اپنی بات ان تک پہنچائیں۔

احرار اور جمعیت کے موقف میں بھی واضح فرق تھا۔ احرار صرف آزادیٔ وطن کے لئے کانگریس کے ساتھ تعاون کی پالیسی اختیار کئے ہوئے تھے۔ لیکن انفرادی طور پر دینی محاذ پر بھی بھرپور کام کرتے تھے۔ جمعیت علماء ہند نے کلیتہً اپنے آپ کو کانگریس سے وابستہ کر دیا تھا۔ اور ان میں کانگریس کی کسی تجویز کی مخالفت کی جرأت اور حوصلہ نہیں تھا۔ جب کہ احرار بہت سے مواقع پر کانگریس کی مذہبی و سیاسی زیادتیوں کی کھلم کھلا مخالفت کرتے تھے۔(۱)

تصنیف و تالیف، تقریر اور قادیانیت کے مقابلہ کے لئے بعض مناسب افراد دو اشخاص کی خصوصی ترتیب کے باوجود والد مرحوم کی رائے تھی کہ اس فتنہ کی مکمل بیخ کنی کے لئے ایک ایسے مستقل ادارہ کی ضرورت ہے جو اپنی تمام توانائیاں اور قوت کار قادیانیت کی تردید میں صرف کرے۔ اس کے لئے آپ نے بار بار "جمعیت العلماء ہند" کو بھی توجہ دلائی بلکہ کلکتہ جمعیۃ العلماء کے اجلاس میں جب اس مسئلہ پر غور ہو رہا تھا کہ جمعیۃ العلماء کی رکنیت کے لئے خود اسلامی فرقوں میں سے کس کس کے لئے اجازت ہونی چاہیئے۔ آپ نے یہ سوال اٹھایا کہ پہلے قادیانیوں کے کفر و ایمان کا فیصلہ ہونا چاہیئے تاکہ ان کے لئے حق رکنیت یا عدمِ رکنیت کی بات طے ہو سکے۔ لیکن "جمعیۃ العلماء ہند" نے ہندوستان کی آزادی کی تحریک میں جس سرگرمی سے حصہ لیا، کسی دوسرے محاذ پر تندہی سے اس کے لئے کام ممکن بھی نہیں تھا۔ پھر پنجاب جو اس فتنہ کی جائے پیدائش تھی وہاں پر اس کے مقابلہ کے لئے کسی ادارہ کا قیام سب سے ضروری تھا۔ پنجاب کے لوگوں کو خدا تعالیٰ نے قوت عمل، جوش و خروش کی جن دولتوں سے نوازا ہے اس کی بنیاد پر بھی آپ کی بار بار نظر پنجاب پر ہی اٹھتی۔ انہیں وجوہ و اسباب کے پیش نظر اپنے خصوصی تلامذہ و متعلقین کو ایک ادارہ کے قیام کی طرف

۱۔ اقتباس انٹرویو مولانا محمد انظر مسعودی، فرزند علامہ محمد انور شاہ کشمیری۔ پندرہ روزہ "الاحرار"۔ لاہور جلد۔ ۱۵۔ شمارہ ۱۹۔ ۲۰ یکم تا ۳۱ جنوری ۱۹۸۶ء۔

متوجہ کیا۔ اسی زمانہ میں قوم پرور مسلمانوں کا ایک عنصر کانگریس ورکنگ کمیٹی میں مسلم پنجاب کی نمائندگی کے سوال پر ناراض ہو کر کانگریس سے ٹوٹا اور مجلس احرار کے نام سے جس ادارہ کی تشکیل کی وہ حضرت والد صاحب کی تمناؤں کے مطابق تھی۔ سید عطاء اللہ شاہ بخاری، چودھری افضل حق، مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی، شیخ حسام الدین، مولانا داؤد غزنوی اور مولانا ظفر علی خان ان سب نے قادیانیت کے استیصال میں جو کام کیا وہ احرار کی تاریخ کا ایک جلی باب ہے۔

بخاری کی ساحرانہ خطابت نے ملک کو آتشیں فضا میں دھکیل دیا۔ شاہ صاحب نے انہیں "امیر شریعت" کے خطاب سے نواز کر قادیانیت کے مقابلہ میں لاکھڑا کیا اور پھر جاننے والے جانتے ہیں کہ عطاء اللہ شاہ کی تگ و دو سے قادیانیت کا قلعہ مسمار ہو گیا۔ ظفر علی خان کی ہنگامہ خیز شاعری نے مرزائے قادیان کی زندگی تلخ کر دی۔ اس طرح مجلس احرار کی تعمیر میں قادیانیت کی تردید کا جو تخم ڈالا گیا تھا۔ وہ احرار کی پوری زندگی میں بروئے کار رہا۔ پاکستان بن جانے کے بعد بھی قادیانیت سے ایک بھرپور مقابلہ مجلس احرار نے کیا اگرچہ (پاکستان کے پہلے وزیر خارجہ) سر ظفر اللہ قادیانی کی سازشوں کے نتیجہ میں احرار کے سینکڑوں کارکن نہ صرف قید و بند کی صعوبتوں بلکہ گولیوں کا نشانہ بن گئے۔ آج بھی احرار کے "بقیۃ السیف" "تحفظ ختم نبوت" کے نام سے قادیانیت کے استیصال کو اپنا مقصد حیات بنائے ہوئے ہیں۔ قادیانیت کے خلاف بے پناہ کام کے اجلے عنوانات اس ادارہ کا وہ کارنامہ ہے جس کی بنیاد پر ادارہ عند اللہ و عند الناس ان شاء اللہ سرخرو رہے گا۔ ہزاروں رضاکار، سینکڑوں کارکن اور سینکڑوں آتش نوا مقررین نے احرار کے پلیٹ فارم سے اٹھ کر ملک کو یہ شعور دیا کہ قادیانیت کفر کا دوسرا نام ہے۔ عوامی سطح پر اس شعور کی بالیدگی "احرار" کے بغیر ناممکن تھی اور اس میں بھی شک نہیں کہ خاص اس محاذ پر علامہ کشمیری احرار کی پرجوش قیادت فرما رہے تھے۔ اس لئے کہا جاسکتا ہے کہ موصوف نے اس مقصد کے لئے احرار ہی کو اپنا مکتبہ فکر اور دائرہ عمل بنایا۔

کشمیر کمیٹی

۱۹۳۰ء میں مسائل کشمیر سے نمٹنے کے لئے ایک کمیٹی قائم کی گئی جس کا سربراہ خلیفۂ قادیان (مرزا بشیر الدین محمود) کو قرار دیا گیا۔ اس کمیٹی کے ایک رکن علامہ اقبال بھی تھے چونکہ کشمیر میں مسلم اکثریت ہے اور انہیں کے مطالبہ پر اس کمیٹی کا قیام عمل میں آیا تھا اس لئے مسلم حلقوں میں خلیفۂ قادیان کے تقرر سے ہیجان ہو گیا۔ اول تو اس وجہ سے کہ مسلمانوں کے تصفیہ طلب مسائل کے لئے ایک قادیانی کو مقرر کرنا اس بات کا اعلان تھا کہ قادیانی مسلمان ہیں حالانکہ تمام امت متفقہ طور پر قادیانیوں کو مرتد قرار دے چکی ہے۔ دوسرے عام قادیانیوں کے بارے میں یہ تجربہ سے ثابت ہے کہ وہ اپنے دائرہ کار میں قادیانیت کی پرجوش تبلیغ کرتے ہیں۔ سر ظفر اللہ خان کی اس سلسلہ کی کوششوں سے جو لوگ واقف ہیں وہ اس امر کی تصدیق کریں گے اس لئے یا تو بشیر الدین محمود کشمیر کے مسلم اکثریت کے ایمان کو تباہ و برباد کرتا یا اپنے تبلیغی مشن میں ناکامی کے باعث مسلمانوں کے مسائل کو کمیٹی کی سطح پر خوفناک نقصان پہنچاتا اور عجب نہیں کہ

کچھ ایسے ہی سیاسی مقاصد کے پیش نظر سوچ سمجھ کر یہ تقرر کیا گیا ہو۔ علامہ کشمیری اس صورت حال سے مضطرب ہوگئے۔ مذکورۃ الصدر خطرات و اندیشوں کے تحت آپ نے اس تقرر کے خلاف اول تو خود مہاراجہ کشمیر کو اور کشمیر کے بعض ذمہ دار اشخاص کو احتجاجی خطوط لکھے اور ساتھ ہی مجلس احرار کو ہمہ گیر احتجاج پر آمادہ و تیار کیا۔ ڈاکٹر اقبال جن سے آپ کے تعلقات پہلے سے تھے وہ اب تک قادیانیت کے مضر پہلوؤں سے تقریباً ناواقف تھے۔ اسی زمانہ میں علامہ نے موصوف کو طویل خط لکھ کر فتنۂ قادیانیت کی زہر چکانیوں سے مطلع کیا۔ ڈاکٹر اقبال نے بعد میں کشمیر کمیٹی سے استعفاء بھی دے دیا بلکہ وہ فتنۂ قادیانیت کے استیصال کے محاذ پر ایک پرجوش داعی ہوگئے۔ چنانچہ اس زمانہ میں انڈین نیشنل کانگریس کے صدر (نہرو) نے اپنے ایک مضمون میں ہندوستانی مسلمان کو قادیانیت کی تائید کا مشورہ دیا اور اس دلیل کے ساتھ کہ قادیان کا پیغمبر ہندوستانی ہے۔ اور ان کے مقدس مقامات بجائے مکہ اور مدینہ کے خود ہندوستان میں ہیں ان سے وابستگی کے نتیجہ میں وطن پروری کے جذبات پیدا ہوں گے اور ایک غیر ملکی مذہب سے دلچسپیاں کٹ کر وطن ہی میں پیدا ہونے والے مذہب سے راہ و رسم بڑھے گی۔ جس کا منطقی نتیجہ وطنیت کے جذبات سے معمور ہونا ہے۔

اس نظریہ کے آخری محرک ڈاکٹر شنکر داس مہرا تھے جو حال ہی میں سرگباش ہوئے ہیں۔ صدر کانگریس کے اس مضمون پر علامہ اقبال نے انگریزی زبان میں مسلسل کئی قسطوں میں بھرپور تنقید کی۔ کم لوگوں کو اس کا علم ہے کہ اقبال کے ان دین پرور خیالات کی تعمیر میں حضرت شاہ صاحب کا بڑا حصہ تھا۔

(نقشِ دوام (سوانح علامہ محمد انور شاہ کشمیری) (از انظر شاہ مسعودی) ص ۱۸۷ تا ۱۸۹)

امیر شریعت

نے فرمایا

نوجوانو!

دوسروں کی عزت کی حفاظت کرنا اپنا فرض سمجھو، اللہ تمہاری عزت کی حفاظت کرے گا۔ اللہ کے فوجی بن جاؤ پھر دیکھو کیا ہوتا ہے؟

تمہارے لئے دن رات دعا کرتا ہوں۔ اب چمن اور اس کی شاخیں تم نوجوانوں کی باغبانی کے سپرد ہیں۔ اپنی ذات پر اعتماد قائم رکھو۔ قوموں کی زندگی ایک تسلسل کا نام ہے اس تسلسل کو زندہ رکھو۔ جب تک جیو، وضع داری سے جیو، کہ یہی ایمان کی نشانی اور حاصل زندگانی ہے۔

مرکزی دفتر: دار بنی ہاشم

مہربان کالونی ملتان

تحریک طلباء اسلام پاکستان